عبدالمجید خان ساجد بحیثیت "ماہر اقبال"

Abdul Majeed Khan Sajid as Maher Iqbal

ڈاکٹر عائشہ مجید

ڈاکٹر سارہ مجید

p ISSN: 2789-4169

e ISSN :2789-6331

Received: 31-5-2023

Accepted:

Online:

Copyright: © 2023 by the authors. This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

ABSTRACT: Abd al-Majid Khan Sajid was the owner of the multifaceted character. He started his academic and practical life as a librarian and from the beginning he was very fond of reading books. His studies were vast on the subjects of poetry, philosophy, history and religion. But the main center and axis of his study is Iqbal. He penned Iqbal ki hayat and thoughts in his mother tongue Punjabi in his first book 'Iqbal dei Hayati'. On the subject of Iqbal's life and works, 'Iqbal dei Hayati' was widely accepted in academic and literary circles. 'Iqbal Hayat Asr' is another masterpiece of his taste in science and research. This book is a beacon in the world of Iqbal understanding and Iqbal knowledge. In this book he has discussed in detail about Iqbal's thoughts and ideas in addition to the research review of Iqbal's life and biography. The final book of 'Iqbaliyat Par an' is a proud achievement. Abd al-Majid Sajid has proved in this work that Iqbal was not influenced by Qadianism in any way by dispelling the baseless accusations leveled against Iqbal. Abdul Majeed Khan Sajid has discussed Iqbal's autobiography and thoughts in a research and critical manner in his works.

Key words: Main Center and Exis of Study, Thoughts of Iqbal, Literary Circles, Research Review, Qadianism, Critical Manner

عصر حاضر خاصہ اقبال گشت
واحدی کز صد ہزاراں برگزشت

ایران کے نامور شاعر اور محقق ملک الشعراء بہار کا یہ شعر عصر حاضر کی ایک بہت بڑی علمی ادبی اور تاریخی صداقت کا ترجمان ہے۔ اقبال کی عظمت فکر و فن کا اعتراف اردو اور فارسی شعر و ادب کے نقد و نظر کا معیار و محور بن چکا

ہے۔ اس صدی کے بعض بہترین دماغوں نے اقبال کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے تسلیم کیا ہے کہ وہ دنیائے ادب کے نادر الوجود انسانوں میں سے تھے جس کا ظہور صدیوں میں ہوتا ہے۔ یہ ملت اسلامیہ، زبان اردو فارسی اور پاکستانی قوم کی خوش بختی ہے کہ اقبال کی شخصیت اور شاعری کی صورت میں ایک لازوال خزینہ علم و دانش انہیں نصیب ہوا۔ آج کی بیدار ہوتی ہوئی مسلم اقوام کو اگر طلوع سحر کی نوید ملتی ہے تو وہ اقبال کا مخزن فکر و عرفان ہے جو خفتگان کے لئے پیغام بیداری اور محکوموں کے لیے نشید حریت ہے اقبال نے کہا تھا۔

کھول آنکھ زمین دیکھ، فلک دیکھ، فضا دیکھ
مشرق سے ابھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ

علامتی مفہوم میں یہ گویا مشرق کی حیات ثانیہ کا اعلان تھا۔ بیسویں صدی میں مشرقی اور ایشائی اقوام نے جتنا کچھ اور جو کچھ اقبال سے سیکھ ہے اس کی نظیر ادبیات عالم میں مشکل سے ملے گی۔ تاہم اس کی بانگ درا کی گونج ان کی زندگی میں ہی مشرق کے ساتھ مغرب میں بھی سنائی دینے لگی تھی ایسے نابغہ روزگارِ انسان کے آثار علمی و ادبی ہی نہیں احوال حیات بھی تہذیب انسانی کا مشترکہ سرمایہ بن جاتے ہیں۔ ان احوال کی تاریخ انسانی میں خاص اہمیت ہوتی ہے۔ اس لئے ان کی دریافت و تحقیق میں جتنی کوشش و کاوش کی جائے کم ہے۔ اقبال کے لیے احوال حیات کی تلاش و تدوین ان کی زندگی میں ہی شروع ہوگئی تھی۔ اقبال کے شعری اور سوانحی تذکرے بہت پہلے سے لکھے جانے لگے تھے۔ مثلاً خم خانہ جاوید(۱۹۸۰) انتخاب زریں اور (۱۹۲۱) سرراس مسعود، قاموس المشاہیر (۱۹۲۴)، نظامی بدایوانی، تذکرہ شعراء پنجاب (۱۹۲۷) قابل ذکر ہیں بعض نیاز مندوں نے آخری سالوں میں روزنامچے بھی لکھے۔ وفات کے بعد حیاتِ اقبال کے موضوع پر کئی قابل قدر کتابیں منظر شہود پر آئیں محمد طاہر فاروقی کی سیرت اقبال، ۱۹۳۹ء غلام دستگیر، رشید کی آثار اقبال، ۱۹۴۴ء، عبد المجید سالک کی ذکر اقبال ڈاکٹر جاوید اقبال کی کتاب زندہ رود (تین جلدیں) ہے۔ جس سے اقبال کی زندگی کے بہت سے نئے گوشے منور ہوئے اقبال کی شاعری فکر اور پیغام پر بھی تصنیف و تالیف کا اب تک بے شمار کام ہو چکا ہے اور یہ

سلسلہ جاری ہے۔ یہ حقیقت ہے اقبالیات پر جس قدر قلم اٹھایا گیا ہے صاحباب علم وفن کا اس قدر اعتنا اردو و فارسی کے کسی اور شاعر، ادیب اور مفکر کو میسر نہیں آیا۔

اقبالیات پر قلم اٹھانے والوں میں ایک اہم نام عبدالمجید خان ساجد کا بھی ہے وہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کے اوقات عزیز کا بڑا حصہ مطالعہ کتب اور تصنیف و تالیف میں بسر ہوتا ہے ان کی تمام زندگی کتاب کی ہم نشینی میں گزری۔ ان کے گہرے اور رچے ہوئے مذاق شعر و ادب کے طفیل ان کی شعری اور نثری نگارشات علمی و ادبی حلقوں میں ہمیشہ قدرو اہمیت کی حامل رہی ہیں۔ بہت کم لوگ ہیں جو اِن کی طرح اردو اور پنجابی زبان میں روانی اور خوبی کے ساتھ شعر کہتے ہیں اور نثر لکھتے ہیں۔ لیکن ان کا اصل جوہر اس صدی کے سب سے بڑے نمائندہ اور عظیم شاعر علامہ اقبال کی شخصیت اور شاعری کی تفہیم کو بروئے کار لانا ہے انہوں نے اقبال کا مطالعہ غیر معمولی شوق اور بصیرت سے کیا ہے انہوں نے دیکھا کہ اقبال پر اردو میں تو بہت کچھ لکھا گیا ہے اور آئندہ بھی لکھا جائے گا لیکن ان کی مادری زبان پنجابی کا دامن اس موضوع سے خالی ہے تو انہوں نے اپنے مطالعہ اور ذوق تحقیق کا اظہار پنجابی زبان میں کرنے کی ٹھانی ۱۹۸۲ء میں اقبال پر پنجابی میں ان کی پہلی تصنیف اقبال دی حیاتی، کے نام سے منظر عام پر آئی۔

''اقبال دی حیاتی''کا موضوع بنیادی طور پر اقبال کی زندگی ہے۔ ان کی شاعری اور فکر و فلسفہ پر بھی سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ دوران مطالعہ مصنف کی اقبال سے محبت و عقیدت کا اظہار قدم قدم پر ملتا ہے لیکن کتاب کا وصفِ خاص اس کا تحقیقی مزاج اور اسلوب ہے جو شروع سے آخر تک رہتا ہے عام طور پر بڑی شخصیات کے احوال کا مطالعہ ان کی عظمت کے رعب میں کیا جاتا ہے یا نظریات سے اختلافات کی صورت میں ان کے شخصی پہلوؤں کی مخفی عینکوں سے دیکھنے میں عافیت اور تسکین چاہی جاتی ہے دونوں صورتوں میں بہت سے مغالطے اور مفروضے زبان زدِ عام ہو جاتے ہیں حیات اقبال کے حوالے سے بھی یہ صورت پیش آتی ہے۔ لیکن عبدالمجید خان ساجد ایک ایسے عظیم ماہر اقبال تھے جنہوں نے اقبال کی زندگی کا مطالعہ حقیقت اور واقعیت کے آئینے میں کیا ہے انہوں نے حیات اقبال کے ہر گوشے کو تحقیق کی چھلنی سے گزارا اور ایسے مغالطے رفع کئے جن میں بڑے بڑے صاحبانِ تحقیق گرفتار چلے آتے تھے۔ اقبال کی تاریخ ولادت کا

مسئلہ صد سالہ تقریبات کے موقع پر اہل علم کی تحقیقی کمیٹی نے بہر حال طے کر دیا تھا عبد المجید خان ساجد نے ایک سچے ماہر اقبال ہونے کا ثبوت پیش کرتے ہوئے نہایت سچے اور بے لاگ تجزیے سے واضح کیا ہے کہ اقبال کی اصل تاریخ ولادت ۲۹ دسمبر ۱۸۷۳ء ہے۔ اس حوالے سے سید عارف معین بلے کے ایک سوال کے جواب میں عبد المجید خان ساجد نے بیان کیا۔

> ”اقبال ایک ہمہ جہت شخصیت ہے لہذا ان کے کئی پہلو ایسے ہیں جن کو اجاگر کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ ابھی تک اس عظیم شخصیت کی درست تاریخ پیدائش ہی متعین نہیں ہو سکی۔ میرا دعویٰ ہے کہ حکومت کی طرف سے مقرر کردہ تاریخ پیدائش درست نہیں ہے۔ میں نے اقبال دی حیاتی میں تاریخ پیدائش پر ایک تحقیقی مضمون ”اقبال دی جمن تریخ ایک گنجھل“ کے عنوان سے لکھا ہے جس میں ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اقبال ۲۹ دسمبر ۱۸۷۳ء کو پیدا ہوا تھا“[1]

عبد المجید خان ساجد نے ماہر اقبالیات ہونے کا ثبوت اس طرح بھی پیش کیا کہ انہوں نے حیات اقبال کے ان پہلوؤں کو سامنے لانے کی کوشش کی جن سے دوسرے ماہرین اقبال نے دامن چھڑایا ہے۔ اس ضمن میں عبد المجید خان ساجد کا بیان ہے۔

> ”میرا یہ بھی دعویٰ ہے کہ تحریک پاکستان پر لکھی گئی کتابوں میں اقبال کے کارہائے نمایاں کو صرفِ نظر کر دیا گیا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ تحریک پاکستان کے سلسلے میں علامہ اقبال کی کارکردگی کو اجاگر کیا جائے سوائے خطبہ الہ آباد کے۔ علامہ اقبال کی تحریک پاکستان میں جہد مسلسل کا ذکر نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ اسے میں نے اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے“[2]

اقبال دی حیاتی ایک ایسی کتاب ہے جیسے انہوں نے کاروباری نقطہ نظر یا نام ونمود کے زیر اثر نہیں لکھا۔ بلکہ ذوق وشوق کی آبیاری کے لیے لکھی ان کی تحریر کے ہر لفظ میں جذبہ خلوص اور علمی لگن کی جھلک نظر آتی ہے۔ پنجابی زبان میں یہ ایک ایسی کتاب ہے جس سے مستقبل کے لکھنے والوں کو مدد ملتی رہے گی۔ اس کتاب کی حیثیت مشعل راہ کی سی ہے اب تک جو تحریریں سامنے آئی ہیں ان میں قیاس آرائیوں اور سنی سنائی باتوں کا زیادہ دخل رہا ہے عبد المجید خان ساجد نے اقبال پر قلم اٹھاتے ہوئے قیاس آرائیوں اور سنی سنائی باتوں سے اپنا دامن بچایا ہے انہوں نے یہ کتاب لکھنے سے پہلے اقبال سے متعلق تمام تحریروں کو بنظر غائر مطالعہ کیا ہے وہ اپنی تحریروں میں کہیں جذبات سے مغلوب نظر نہیں آتے۔ انہوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ غیر جانبداری سے لکھا ہے اس طرح ہر جگہ تعصب اور جانبداری سے بالا نظر آتے ہیں انہوں نے تحقیقی معیار کو ہر چیز سے مقدم رکھا ہے انہی خوبیوں نے ان کی کتاب کو اس مقام تک پہنچا دیا ہے کہ ان کی یہ کتاب پنجابی زبان میں منفرد اور ممتاز نظر آتی ہے۔ پروفیسر حفیظ الرحمان خان لکھتے ہیں۔

> ساجد صاحب کا مطالعہ شعری، فلسفہ، تاریخ اور مذہب کے موضوعات پر بے حد وسیع ہے لیکن ان کے مطالعے کا اصل میدان اقبال ہیں انہیں اقبال کے ساتھ عشق ہے لیکن ان کا عشق لاہور میں بیٹھے ہوئے مجاوران اقبال سے بہت مختلف ہے آج بہت سے "عاشقان اقبال" اقبال کے حوالے سے نام اور روزی کماتے ہیں۔ ساجد صاحب نے اقبال کی زندگی اور کلام کا مطالعہ روح کی گہرائیوں کے ساتھ کیا ہے۔ پنجابی زبان میں اقبال پر ان کی پہلی تصنیف اقبال دی حیاتی کے نام سے منظر عام پر آئی۔ اس کتاب نے دنیا کے ماہرین اقبالیات میں ایک تہلکہ مچا دیا"[3]

"اقبال دی حیاتی" میں انہوں نے اپنے ایک سچے ماہر اقبال اور دیگر ماہرین اقبال سے مختلف ہونے کا ثبوت اس طرح پیش کیا ہے کہ وہ علامہ اقبال کے نظریات وافکار کو پنجابی زبان میں اس قدر روانی اور تسلسل سے بیان کرتے ہیں کہ قاری علامہ اقبال کے نظریات وافکار کی روح کو سمجھ لیتا ہے"۔

"علامہ ہوری قومیت دے خیال نورد کر دے نیں۔ ایسے واسطے نکلس وغیرہ نیں علامہ ہوراں تے اسلامی تعصب دا الزام لایا اے۔ علامہ ہوراں دے مطابق ہر ایک بندے نوں پوری ملت نال اپنا واسطہ رکھنا چاہیدا اے۔

ملت کے ساتھ رابطہ استوار رکھ
پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ[4]

علامہ اقبال کے نظریہ قومیت کو عبد المجید خان ساجد نے پنجابی زبان میں اس طرح پیش کیا کہ علامہ اقبال مغربی نظریہ قومیت کے خلاف تھے ان کے مطابق تمام مسلمان جو دنیا کے کسی بھی کونے میں رہتے ہوں لا الا الا اللہ کی بنیاد پر ایک قوم ہیں۔

"علامہ ہوری رنگ، نسل، زبان تے جغرافیے دی بنیاد تے قائم ہونے والی حکومت نوں نندے سان ایس قومیت یاں نیشنلزم دے مقابلے وچ علامہ ہوراں نیں زمان تے مکان دیاں حداں توں آزاد اسلامی ملت دا نظریہ پیش کیتا"[5]

انہوں نے اقبال کے نظریہ عقل و عشق کو پنجابی زبان میں اس قدر سہل انداز میں پیش کیا ہے کہ اقبال کا یہ دقیق نظریہ بآسانی سمجھ میں آجاتا ہے۔

"علامہ ہوراں دے خیال موجب خام عقل اک وڈی شے تھے دلیل کھویں دے سکدی تے کھویں سمجھ سکدی اے۔ ایس لئی علامہ ہوری عقلی دلیلاں نال خدادی

پچھان نوں کچا خیال کر دے نیں علامہ ہوری کہندے نیں عشق اسل شے وے جھدے نال بندہ کسے چیز دی معرفت تے پہنچ سکدا اے۔ مثال لئی علامہ ہوراں دا شعر ملاحظہ کرو۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی"[6]

علامہ کے نظریہ سوشلزم کو وہ پنجابی زبان میں اس طرح بیان کرتے ہیں۔

"علامہ ہوری اشتراکیت، نوں پہلاں تے ایس گلوں چنگا خیال کر دے جے ایہہ لا دینی نظام اے علامہ ہوری سوائے اسلامی نظام دے ہور ہر نظام نوں نند دے نیں ایہہ کیوں ہوسکدا اے جے اشتراکیت جھدیاں نیاں کفر تے رکھیاں گئیاں ہون علامہ ہوری اوس نظام نوں صلاحن۔ ایہہ نظام بھانویں انسان دی بھلیائی لئی کم کردا اے خیال نہیں کردا۔ حالانکہ علامہ ہوراں دے نزدیک جے خدا تے مذہب دی طاقت وچوں کڈھ دتی جاوے تے فیر انسان انسان نہیں رہندا۔ جانور تے وحشی بن جاندا اے کیوں جے طاقت بد اخلاق بنا دیندی اے"[7]

یہ قدرتی بات ہے کہ جب بھی کوئی ماہر ادب کسی بھی شخصیت کے بارے میں قلم اٹھاتا ہے تو وہ اس شخصیت کے شخصی اوصاف سے کنارہ کشی اختیار نہیں کر سکتا اسی بات کو عبد المجید خان ساجد نے سچ کر دکھایا۔ وہ اقبال کے شخصی اوصاف کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ قاری کے دل میں علامہ اقبال کا مقام بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ مثلا علامہ اقبال کی حاضر جوانی کو وہ یوں بیان کرتے ہیں۔

"اک واری فقیر وحید نیں ایہہ پچھیا پئی انسان بغاوت دا دوجاناں نہیں؟ تے اقبال نیں ایہہ جواب دتا پئی ٹھیک اے۔ آخر تمہیں کھو تم نے اپنے والدین کے احکام کی تعمیل کہاں تک کی ہے۔ کیا تم میں سرکشی کی روح نہیں؟ تم اپنے آپ کو بار بار بغاوت پر آمادہ نہیں کر پاتے؟ ایہہ گل سُن کے فقیر وحید الدین ہوراں نیں نیویں پالئی"[8]

علامہ کے ایک اور وصف "خودداری" کو بہ زبان ساجد ملاحظہ فرمایئے:۔

"جدوں علامہ ہوری اخیری دناں وچ بیمار ہو گئے تے اودوں علامہ ہوراں دی پریشانی بہت ودھ گئی ایس موقع تے نواب بھوپال نیں علامہ ہوراں دا پنج سو روپیہ مہینے دا وظیفہ لا دتا۔ علامہ ہوراں نیں پہلاں بہت انکار کیتا۔ پر جدوں نواب ہوراں نیں ایہہ آکھیا پئی اوہ وظیفہ ریاست ولوں خیال نہ کرن بلکہ اک دوست ولوں ہدیہ قبول کرن تے علامہ ہوراں نیں من لیا۔ ایس مگروں لوکاں نیں بہت ساریاں رقماں دین دا چارہ لایا تے وظیفہ دین لئی لوکاں نیں علامہ ہوراں نوں آکھیا پر علامہ ہوراں نیں صاف تے چٹا انکار کر دیا تے آکھیا اللہ تعالیٰ نیں اوہناں لئی اک چنگا سربندھ بنا دتا اے ایس لئی اوس توں ودھ اوہناں نوں لوڑ نئیں جہیدے لئی اوہ ہور وظیفہ یاں رقماں قبولن"[9]

علامہ کی "ظرافت" کو عبد المجید ساجد اس طرح بیان کرتے ہیں۔

"ہائیڈل برگ ٹیشن تے علامہ ہوری جدوں پہنچے تے بہت سارے لوک جی آئیاں آکھن لئی آئے ہوئے سان تے پھلاں دے ہار نال لیائے سان فراؤلائن

سینے شیل علامہ ہوراں دی استاد سی تے اوہ گلاب دا پھل لیائی۔ ایہہ ویخ علامہ ہوراں آکھیا۔

"گلاب کا پھول گلاب ہی دیتا ہے"[10]

علامہ المجید خان ساجد یہ ثابت کرتے ہیں کہ علامہ اقبال کی شاعری ملت کی شاعری اور اسلام کی شاعری ہے۔ علامہ اقبال کا سارا کلام اور ساری شاعری کا مطلب قرآن ہے۔ اس بات کو انہوں نے علامہ اقبال کی کتابوں کے حوالے سے ثابت کیا ہے۔ مثلاً تشکیل جدید الہیاتِ اسلامیہ کے بارے عبد المجید ساجد لکھتے ہیں کہ۔

"ایہہ کتاب علامہ ہوراں دی اسلام، فلسفہ تے مذہب دے اُتے وے ایہدی ساری اصل وی قرآن پاک اے۔ ایس کتاب وچ اسلام تے قراان وچ ڈبے ہوئے لیکچر نیں"[11]

"جاوید نامہ" کے بارے میں اس طرح لکھتے ہیں۔

"ایہہ کلام دا مجموعہ سارے دا سارا قرآن کریم دی حکمت والیاں گلاں نال بھریا ہوایا اے۔ جاوید (اپنے پُتر) نوں جدوں علامہ ہوری خطاب کر دے نیں اوہ نرا اسلامی تے قرآن دے مطابق اے۔ علامہ ہوراں نیں اپنا سارا کلام جاوید نوں مخاطب کر کے لخیا اے۔ ایہدے وچ اسلامی روائتاں تے چلن لئی آکھیا اے تے اشارہ ساری قوم ول اے بھانویں کہیا جاوید نوں گیا اے"[12]

المختصر ''اقبال دی حیاتی'' اقبال شناسی اور اقبال فہمی میں اہم مقام رکھتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ عبدالمجید خان ساجد کو ایک اعلیٰ پائے کا ماہر اقبال بھی ثابت کرتی ہے۔ شاکر حسین شاکر کے بقول:

> ''عبدالمجید ساجد کو شروع ہی سے کتابوں کے مطالعہ کا شوق تھا۔ وہ اکثر یہ کہا کرتے تھے کہ ہمارے دیہاتوں میں رہنے والے اکثر ہیر وارث شاہ، سسی پنوں، سوہنی ماہیوال، مرزا صاحبان کی منظوم داستانیں تو پڑھتے ہیں لیکن وہ علامہ اقبال کے عالمگیر پیغام سے واقف نہیں یہی بات سوچ کر انہوں نے علامہ اقبال کے افکار اور حالات زندگی کو پنجابی زبان میں تحریر کرنا شروع کیا تاکہ وہ لوگ اقبال کے پیغام سے آشنا ہو جائیں جو صرف پنجابی ہی سمجھتے ہیں اس لئے ان کی پہلی کتاب ''اقبال دی حیاتی'' ۱۹۸۲ء میں شائع ہوئی''۔[13]

''اقبال حیات عصر'' اس سلسلے کی دوسری کڑی ہے۔ یہ ان کا ایسا زندہ جاوید کارنامہ ہے۔ جو ۵۴۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے علامہ اقبال کی حیات کے واقعات کو بیان کرنے میں ربط و تسلسل کو برقرار رکھتے ہوئے ان کی شاعری، فلسفے اور پیغام پر مدلل بحث کی ہے۔ ''اقبال حیات عصر'' کی رونمائی کی تقریب میں خلیل الرحمان شاہد، عبدالمجید خان ساجد کے ماہر اقبال ہونے کا اعتراف ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

> ''عبدالمجید خان ساجد انہیں سوزی و ساز رومی اور پیچ و تاب رازی سے خاص حصہ ملا ہے۔ براستہ اقبال اور بواسطہ اقبال اور یہ نصف صدی کا قصہ ہے یوں ساجد صاحب کی تازہ تالیف ''اقبال حیات عصر'' اسی قصے کی بازخوانی کا ایک نیا، تازہ اور حد درجہ خوشگوار اہتمام ہے جتنی یہ حقیقت خوشگوار ہے کہ ملتان کے معدن علم و عرفان اور مخزن ادب و تحقیق میں عبدالمجید ساجد ایسا ماہر اقبالیات بھی موجود ہے جو محترک ہے محو عمل ہے اور مصروف کار ہے''[14]

"اقبال حیات عصر" میں عبد المجید خان ساجد علامہ اقبال کے آباؤ اجداد، ان کی خانگی، معاشی، سیاسی، سماجی زندگی کے احوال پیش کرنے کے ساتھ علامہ کے فلسفہ و نظریات، شاعری کی خصوصیات شخصیت کے اوصاف، علامہ کے قریبی لوگ، علامہ کا دوسرے شعراء سے موازنہ، علامہ کی کتابوں کا تجزیہ کرتے ہیں۔

عبد المجید خان ساجد نے علامہ کا موازنہ دیگر فلسفیوں سے کیا ہے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ علامہ اقبال کے افکار و نظریات خالص ان کے اپنے تھے اور علامہ کا مقام و مرتبہ ان فلسفیوں سے اعلیٰ اور برتر ہے۔ مثلاً۔

> "جہاں برگساں ہر لحظ تغیر پذیر زمان ہی کو حقیقت کہتا ہے اور اس کو ہستی قائم بالذات مانتا ہے۔ وہاں اقبال ایک الگ راستہ اختیار کرتا ہے۔ زمان کو جاوید کہنے کے باوجود اقبال ذات مطلق کو حقیقت مانتا ہے وہ زندگی کو زمان اور زمان کو زندگی کہتا ہے لیکن زمان کو واجب الوجود نہیں مانتا بلکہ واجب الوجود صرف خدا ہی کو مانتا ہے۔"[15]

علامہ اقبال اور نطشے کا موازنہ کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں۔

> نطشے نے ایک عظیم انسان پیدا کیا اور جبر کے ساتھ سب پر حکومت کرنے کا خیال دل میں لے آیا اور پھر یہ بھی کہا کہ دنیا میں کمزور کو رہنے کا حق حاصل ہی نہیں۔ علامہ اقبال اس خیال کی پُر زور مخالفت کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک کمزور کو کمزوری سے نجات دینے کا اصول کار فرما ہے اور جابر کے جبر کو توڑنے کا سامان بھی موجود ہے۔ اس لئے علامہ اقبال نطشے سے بھی الگ کھڑے دکھائی دیتے ہیں"۔[16]

علامہ اقبال صرف برصغیر میں ہی نہیں بلکہ تمام ممالک اور اقوام عالم میں مانے جاتے تھے۔ ان کے کلام کا کئی زبانوں میں ترجمہ ہوا کئی ممالک میں علامہ کا یوم اقبال منایا جاتا ہے۔ اور یہ شہرت اور کسی برصغیر کے انسان کو بطور شاعر آج تک حاصل نہ ہو سکی۔ عبد المجید ساجد علامہ اقبال سے مختلف ممالک و اقوام کی عقیدت کا اظہار ثبوت کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ مثلاً۔

''ڈاکٹر سکاریہ اٹلی کے مشہور فاضل ہیں انہوں نے اٹلی کے ایک ادبی رسالے میں علامہ اقبال پر ایک بہت اچھا مضمون لکھا ہے''[17]

اور پھر یہ:۔

''میکنزے نے اپنی کتاب ''ہندوستان کی بیداری'' میں علامہ اقبال کے متعلق اچھے خیالات کا اظہار کیا۔ کتاب ۱۹۲۷ء میں چھپی۔ میکنزے امریکہ کے نمائندے کی حیثیت سے ہندوستان آیا تھا''[18]

ایک اور جگہ لکھتے ہیں۔

''چونکہ علامہ اقبال نے اپنا زیادہ کلام فارسی زبان میں لکھا اور ویسے بھی مولانا روم کو مرشدِ رومی کہتے تھے۔ اس لئے ایرانی لوگ جو فارسی زبان سمجھتے تھے علامہ کے کلام سے زیادہ مستفید ہوئے''[19]

عبد المجید ساجد نے علامہ کے عادات و اطوار کا ذکر ایسی عمدگی سے کیا ہے کہ قاری کتاب کو پڑھنے کے بعد علامہ کے عادات و اطوار سے بخوبی آگاہ ہو جاتا ہے۔ مثلاً علامہ کی سادہ طبعیت کے متعلق وہ لکھتے ہیں کہ:۔

"علامہ اقبال بہت سادہ مزاج تھے گرمیوں میں صرف دھوتی اور بازوؤں والی بنیان پہنتے، کئی کئی دن تک کپڑے پہنے رکھتے اور اگر کچھ میلے بھی ہو جاتے تو پرواہ نہیں کرتے تھے"[20]

علامہ کے مطالعہ کی عادت کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"جب مطالعہ میں مصروف ہوتے تو دنیا و مافیہا سے کٹ کر رہ جاتے ان کو یہ بھی پتہ نہ چلتا کہ دوپہر کب ہوئی، کھانا کھانے کا ہوش نہ رہتا جب فارغ ہو جاتے تو بڑے بھولپن سے پوچھتے کہ انہوں نے روٹی کھالی ہے کہ نہیں"[21]

علامہ اقبال دیگر شعراء سے بہت مختلف ہیں در حقیقت ان کی ساری شاعری کا مطلب قرآن کریم کی اتباع اس بات کی وضاحت کے لیے علامہ اقبال کی کتب اور کلام کا تجزیہ کر کے حقائق کو پیش کرتے ہیں۔ مثلاً۔

"بال جبریل اردو کلام کا مجموعہ ہے اس میں علامہ صاحب فرماتے ہیں کہ حزن اور خوف کو دور کرنے کے لیے قرآن پاک اکسیر ہے علامہ اقبال کہتے ہیں کہ قرآن پاک کا مقام دل ہے کیونکہ اس کا نزول آنحضور ﷺ کے دل پر ہوا، غیر اللہ حکومتوں کو مٹانے کے لیے اِلا اللہ کا قیام (حکومت الہیہ) لازی ہے"[22]

"ضرب کلیم میں علامہ اقبال بتاتے ہیں کہ انہیں یقین کامل ہے کہ مغربی تعلیم کیونکہ غیر اسلامی ہے اس لئے غیر اخلاقی ہے یہ اپنے ہاتھ سے اپنی ہلاکت کا سامان خود پیدا کرے گی۔ دوسرا مرکزی خیال یہ ہے کہ علم عشق کی منازل تک رسائی نہیں رکھتا۔ علامہ اقبال کو دکھ ہے کہ مسلمانوں نے قرآنی تعلیمات پر عمل

کر کے اپنے اذہان کو نہیں بدلا بلکہ اپنی مقصد براری کے لیے قرآن کو بدل کر رکھ دیا ہے۔ کوئی انسان دین وحکمت کی باتیں بتانے والا نظر نہیں آتا‘‘[23]

علامہ اقبال اپنے عہد کے ایک عظیم شاعر ہی نہیں تھے بلکہ عظیم سیاسی لیڈر بھی تھے اور اس کے ساتھ ساتھ مذہبی طور پر بھی بہت مضبوط کردار کے حامل تھے۔ عبدالمجید خان ساجد نے اقبال کی شخصیت کا احاطہ کر کے ان کے سیاسی اور مذہبی نظریات کی خوب وضاحت کی ہے وہ لکھتے ہیں کہ:

’’علامہ اقبال کہتے تھے کہ اگر شاہ اسمٰعیل شہید کے بعد کوئی اور ایسا شخص پیدا ہو جاتا تو ہندوستان کے مسلمان اتنی دگر گوں زندگی بسر نہ کرتے‘‘[24]

’’علامہ اقبال کہتے تھے کہ مولانا محمد علی جوہر ہندوستان کی آزادی کی شمع کے پروانے تھے کہ مولانا محمد علی جوہر اور شوکت علی دونوں تحریک پاکستان میں علی برادران کے نام سے مشہور ہیں۔ حصول پاکستان کے لیے ان کی شب و روز کی کاوشیں آج بھی تاریخ میں اَن مٹ نقوش چھوڑ گئی ہیں‘‘[25]

دیگر ماہرین اقبال تو زیادہ تر حیات و افکار اقبال بیان کرتے ہیں لیکن عبدالمجید ساجد علامہ اقبال کے ساتھ ان کے قریبی لوگوں کا بھی ذکر کرتے ہیں جس سے علامہ کی معاشرتی زندگی کے بارے میں آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:۔

’’سید امجد علی علامہ کے گہرے دوست تھے انگلستان میں یہ علامہ کے بہت قریب رہے۔ ایک دفعہ باتوں باتوں میں سید امجد علی نے علامہ اقبال کو کہا حالانکہ اس زمانے میں علم بہت پھیل چکا ہے لیکن پھر بھی تعلیمی اداروں میں تعلیم کا معیار گر رہا ہے علامہ اقبال نے فرمایا: موجودہ نصاب تعلیم کے غیر معیاری ہونے کے

متعلق تمہارا خیال درست ہے، لیکن جہاں تک علم کا تعلق ہے وہ پہلے زمانے میں آج سے کہیں زیادہ تھا''[26]

''علامہ اقبال کے مولانا شبلی کے ساتھ گہرے تعلقات تھے اور ان کو سید صاحب سے گہری عقیدت بھی تھی حالانکہ مولانا شبلی معاشیات کے ماہر تھے پھر بھی علامہ اقبال نے اپنی پہلی کتاب ''علم الاقتصاد'' کا مسودہ مولانا صاحب کو نظر ثانی کے لیے دیا فاضل مصنف نے کتاب کی زبان اور اصلاحات کے سلسلے میں مولانا شبلی کی مدد حاصل کی یہ بات علامہ اقبال نے خود علم الاقتصاد کتاب کے دیباچے میں تسلیم کی ہے''۔[27]

عبدالمجید خان ساجد ایک عظیم ماہر اقبال تھے اور کیوں نہ ہوتے وہ بیان بھی تو ایک عظیم شخصیت کے بارے میں کر رہے تھے عظیم انسان کے افکار و نظریات بھی عظیم ہوتے ہیں اور عبدالمجید خان ساجد علامہ اقبال کے عظیم افکار و نظریات کو اس طرح پیش کرتے ہیں کہ قاری کے دل میں علامہ اقبال کی عظمت کا معیار مزید بلند ہو جاتا ہے وہ علامہ اقبال کے نظریہ خودی کے بارے میں لکھتے ہیں۔

''علامہ اقبال توحید کے قائل تھے یہی بات تھی کہ انہوں نے خودی کا نظریہ پیش کیا، وہ شرک بدعت اور قبر پرستی سے سخت بیزار تھے۔

امیدی از حد اوندان افرنگ
ولے ہر گو و گبند سجدہ پاشی
بہ لالائی چناں عادت گرفتی
نہ سنگ راہ مولائی تراشی[28]

نظریہ انسانیت کو اس طرح بیان کرتے ہیں۔

''یہ سن کو علامہ اقبال نے نظریہ انسانیت کا ذکر شروع کیا اور کہا کہ اس نظریہ کو سمجھنے کے لئے انہوں نے حساب بھی پڑھا اور جہاں تک وہ سمجھتے تھے کہ نظریہ انسانیت یہ ہے کہ دنیا ازلی اور ابدی نہیں ہے بلکہ یہ پیدا ہوئی ہے اور اسے فنا ہو جانا ہے''۔[29]

انہوں نے علامہ اقبال کی حیات و شخصیت کا کوئی پہلو بھی تشنہ نہیں چھوڑا۔ انہوں نے علامہ اقبال کی زندگی کے چھوٹے سے چھوٹے واقعہ کو بھی قاری کے سامنے لانے کی کوشش کی ہے اسی طرح انہوں نے اقبال کی شخصیت کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی ہے۔ علامہ کی رحمدلی اور انصاف کے متعلق لکھتے ہیں۔

''علامہ اقبالؒ نے ایک کوٹھی پونے دو سو روپے ماہوار کرایہ پر لی لیکن مالکہ کو بیوہ جان کر اسے دو سو روپے ماہانہ کرایہ ادا کرتے رہے حالانکہ اس کرایہ میں کوٹھی مہنگی تھی لیکن بیوہ سمجھ کر مدد کرتے رہے''[30]

اس حوالے سے وہ مزید لکھتے ہیں:۔

''ایک دفعہ نواب ذوالفقار علی خان علامہ اقبال کے پاس آئے اور والدہ جاوید نے بہت اچھا کھانا پکا کر کھلایا۔ مہمانوں نے بہت تعریف کی۔ ایک دفعہ نواب ذوالفقار نے کسی کی دعوت کا اہتمام کیا اور اس نے علامہ اقبال کو کہلا بھیجا کہ اس دن والے پکویئے کا پتہ بتائیں تاکہ اس سے کھانا پکوایا جائے علامہ اقبال یہ بات سن کو بہت خوش ہوئے اور جواب بھیجا ''بھائی میں غریب آدمی ہوں کھانا وغیرہ میری

بیگم خود ہی پکاتی ہے" پھر والدہ جاوید کو یہ قصہ سنایا اور مسکراتے ہوئے کہا:۔ کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا"[31]

"دراصل اقبال حیات عصر" اقبال شناسی میں ایک اہم اور گراں قدر اضافہ ہے۔ اس نے ان کو اعلیٰ پائے کے ماہرین اقبال کی صف میں لا کھڑا کیا ہے۔

پروفیسر حفیظ الرحمن خان نے رائے کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے۔

"عبد المجید خان ساجد اقبال کی زندگی کی جلوت و خلوت اور کلام و پیام کے رمز آشنا اور اداشناس ہیں "اقبال حیات عصر" کے مطالعے سے محسوس ہوتا ہے کہ مصنف کے روز و شب شعر اقبال کی صحبت میں بسر ہوتے ہیں۔ جس بے لاگ زاویہ نگاہ سے مصنف نے اقبال پر نظر ڈالی ہے اس سے اقبال کی زندگی اور کلام کے بہت سے نئے گوشے سامنے آگئے ہیں جو یقیناً اہل علم کے لیے استفادہ کا باعث ہوں گے "[32]

اقبال فہمی اور اقبال شناسی میں منفرد مقام رکھنے والے درویش صفت انسان عبد المجید ساجد نے علمی و ادبی و تحقیقی دنیا میں ایک اور قابل فخر اور یادگار کارنامہ سر انجام دیا اور وہ کارنامہ ان کی کتاب "ختم نبوۃ اور عقیدہ اقبال" ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے ماہر اقبال ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے راسخ العقیدہ مسلمان ہونے کا ثبوت دیا ہے اور ذمہ دار محقق کا فریضہ سر انجام دیتے ہوئے حقائق کو آشکار کیا ہے۔

علامہ اقبال کی شاعری ہر قدم پر ہماری رہنمائی کرتی ہے۔ اقبال نے امت مسلمہ کو اس کا اصل فرض یاد دلایا۔ انہوں نے شاعری کو پیغمبری کا درجہ دیا اور مسلمانان عالم کو خواب غفلت سے جگانے کا فریضہ ادا کیا۔ وہ پوری زندگی عالم اسلام کے اتحاد کے داعی رہے اور اس کی ضرورت و اہمیت کو واضح کرتے رہے۔ اقبال اسلام کی حقانیت کے علمبردار اور

راسخ العقیدہ مسلمان تھے۔ اقبال نے مسلمانوں کی ابتر حالت کا بغور جائزہ لیا تو اس نتیجے پر پہنچے کہ مسلمانوں کی ذلت کا اصل سبب قرآن پاک سے دوری ہے۔ چنانچہ انہوں نے عالم اسلام کو کتاب اللہ سے رہنمائی حاصل کرنے کی تلقین کی۔ دیکھتے ہی دیکھتے اقبال عالم اسلام کے عظیم شاعر قرار پائے حکیم الامت کی یہ شہرت و اہمیت مغربی اذہان رکھنے والے سیکولر ازم کے علمبرداروں کو ایک آنکھ نہ بھائی انہوں نے علامہ اقبال کے عقائد و نظریات پر بہت رکیک حملے شروع کر دیئے یہ بات ہر مسلمان بطریق احسن جانتا ہے کہ شاعر مشرق کے نظریات و عقائد روز روشن کی طرح واضح ہیں۔ ان کی اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے والہانہ عقیدت کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ ان کے مومن کامل اور عاشق رسول ہونے میں کسی کو شبہ نہیں مگر اس کے باوجود ان پر الزامات کی بوچھاڑ مخالفین اسلام کا پرانا طریقہ تھا۔ ابتداء میں علامہ اقبال کی کردار کشی زبانی تھی مگر اعجاز احمد کی کتاب "مظلوم اقبال" اور شیخ عبد الماجد قادیانی کی "اقبال اور احمدیت" کے شائع ہونے کے بعد محبان اقبال کے جذبات بہت زیادہ مجروع ہوئے۔ ہر مسلمان اور محب وطن پاکستانی نے یہ محسوس کیا کہ ان دونوں کتب میں دروغ گوئی سے کام لیتے ہوئے عقیدہ اقبال کو مشکوک بنانے کی ناپاک جسارت کی گئی ہے اس صورتِ حال کے پیش نظر ملتان کے نامور دانشوروں جن میں پروفیسر ڈاکٹر علامہ اسلم انصاری، حفیظ الرحمن خان، ڈاکٹر حمید رضا صدیقی اور ڈاکٹر محمد امین نے عبد المجید خان ساجد سے درخواست کی کہ وہ اپنے وسیع علم کے پیش نظر دونوں متنازعہ کتب کی چھان پھٹک کریں اور ایسی کتاب تحریر کریں جو معترضین کے برے عزائم خاک میں ملا دے تاکہ شر پسندوں کے بے بنیاد شکوک و شبہات دم توڑ جائیں اور دشمنان اسلام کا اقبال کے خلاف آخری حربہ اپنی موت آپ مر جائے۔ عبد المجید ساجد نے معاملے کی نزاکت کو بھانپ لیا اور ان اہل قلم کے مطالبے کو چیلنج سمجھ کر قبول کیا انہوں نے دن رات محنت کی اپنے تحقیقی ذوق سے کام لیتے ہوئے عاشقان اقبال کا دیرینہ مطالبہ ۹ نومبر ۱۹۹۷ء کو "ختم نبوۃ اور عقیدہ اقبال کی صورت میں پورا کر دیا۔

ختم نبوت اور عقیدہ اقبال میں عبد المجید ساجد نے علامہ اقبال کو ایک سچا عاشق رسول اور مرد مومن کے طور پر پیش کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ:۔

"فروری ۱۹۰۲ء میں ہی علامہ اقبال نے انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ اجلاس میں ایک نظم پڑھی جس کا عنوان تھا۔۔۔"اسلامیہ کالج کا خطاب پنجاب کے مسلمانوں سے" اس نظم کے نویں بند کا ایک شعر غور طلب ہے۔

"اے کہ بعداز تو نبوت شدبہ ہر مفہوم شرک
بزم را روشن زنور شمع عرفان کردہ ای

جو شخص نبوت میں کسی قسم کی پیوندکاری کو شکر فی النبوت تصور کرتا ہو کوئی نبوت خواہ ظلی اور بروزی کی اصطلاحات میں اپنے آپ کو ملفوف کر کے پیش کرے اقبال اسے رد کرتا ہے اقبال عاشق رسول ہے پروانہ شمع رسائلؐ ہے وہ کیسے آنحضورؐ کی ختم نبوت کے بعد کسی اور کو نبی مان سکتا ہے"۔[33]

علامہ اقبال کے عاشق رسول ہونے میں کسی کو شک نہیں وہ ختم نبوت رسولؐ پر کامل یقین رکھتے تھے اپنے دور میں اقبال نے اس عقیدہ کے تحفظ کے لئے بذات خود کام کیا اس سلسلے میں عبدالمجید ساجد لکھتے ہیں کہ:۔

"جب مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کا اعلان کیا گیا اور اس کے ساتھ یہ بھی کہا گیا کہ جو مسلمان مرزا صاحب کی نبوت کا قائل نہیں وہ کافر ہے اس کا رد عمل فطری تھا چنانچہ اقبال نے ۱۹۱۶ء میں اس کے جواب میں ایک بیان دیا"جو شخص نبی کریم ﷺ کے بعد کسی ایسے نبی کا قائل ہو جس کا انکار متسلزم کفر ہو وہ خارج از اسلام ہو گا گر قادیانی جماعت کا یہی عقیدہ ہے تو وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہیں"[34]

کتاب کی زبان سادہ سہل اور عام فہم ہے اس لئے کم پڑھا لکھا شخص بھی اسے پڑھ کر استفادہ کر سکتا ہے دلائل بڑے ٹھوس اور وزنی ہیں اکثر دلائل غلام احمد قادیانی کی کتاب کو مد نظر رکھ کر دیئے گئے ہیں اور عقیدہ ختم نبوت کی وضاحت قرآن و حدیث کے ذریعے کی گئی ہے اس کے ساتھ ساتھ اس کتاب میں کلام اقبال کے ذریعے بھی عقیدہ ختم نبوت کی وضاحت کی گئی ہے۔ ان تمام وضاحتوں کے بعد کسی کے ذہن میں بھی ابہام کی گنجائش نہیں رہی۔ عبد المجید خان ساجد نے کتاب کے ہر صفحے میں اقبال پر لگائے گئے الزامات اور دروغ گوئی کو بری جرأت سے بیان کیا ہے وہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے حواریوں کی منافقانہ چالوں کا اس طرح پردہ چاک کرتے ہیں کہ مخالفین حیران و ششدر رہ جاتے ہیں۔ اس لئے میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ یہ کتاب ان کے لئے توشہ آخرت ہے۔ یہ کتاب ایک ایسا آئینہ ہے جس میں قادیانی سازشوں کا مکروہ عکس نمایاں نظر آتا ہے۔ اسی بناء پر پروفیسر افتخار حسین شاہ لکھتے ہیں۔

> "عبد المجید خان ساجد شاعر مشرق کی طرح عشق رسول ﷺ سے سرشار ہیں اور نبی آخر الزماں سے حقیقی عشق ہی وہ عظیم جذبہ ہے جو انسان کو امر اور اس کی تصنیف کو آفاقیت سے ہم کنار کر دیتا ہے۔ ساجد صاحب نے ختم نبوت اور عقیدہ اقبال لکھ کر اپنی آخرت کا سامان کیا ہے اور مرد مومن ہونے کا ثبوت فراہم کیا ہے۔"[35]

اس بات کی پر زور تائید کرتے ہوئے پروفیسر اسلم انصاری لکھتے ہیں۔

> "اقبال کے عقائد کسی دور میں بھی متنازعہ نہیں رہے اقبال کی اسلام سے والہانہ عقیدت اور عشق رسول شک و شبہ سے بالاتر ہے اس سلسلہ میں ہرزہ سرائی کرنے والے اپنی دکانداری چمکانے کے لیے ایسا کرتے ہیں علامہ اقبال بھی خوش قسمت ہیں کہ انہیں عبد المجید خان ساجد جیسا حق گو محقق میسر آیا جس نے ان کی

خوب خبر لی اور ان کو دروغ گوئی کا پردہ چاک کرتے ہوئے تحقیقی اندازِ میں عقائد اقبال کو واضح کیا"۔[36]

پروفیسر حفیظ الرحمن خان کے بقول:

"عبد المجید ساجد نے ایک مشکل کام اپنے ذمہ لیا قادیانیوں کے چیلنج کو قبول کیا اور نہایت عرق فشانی اور ریزہ کاری سے ختم نبوت کے حوالے سے اقبال کا عقیدہ روز روشن کی طرح اجاگر کر دیا یہ کتاب قادیانیوں کی فتنہ انگیزی کا کامل ابطال کرتی ہے۔ فکر اقبال پر زقند لگانے والوں اور اسلامی عقائد و تصورات کی روح کو مسخ کرنے والوں کے لیے تازیانہ عبرت ہے۔ اس آئینے کو دیکھنے کے بعد انہیں اپنے غلط نظریات سے تائب ہو جانا چاہیے۔[37]

ممتاز عالم دین سید کفیل بخاری اس کتاب کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"اس کتاب کے حوالہ جات حقائق پر مبنی ہیں اور ایسی کتاب کی ضرورت پچھلے دس سالوں سے بری طرح محسوس کی جا رہی تھی"۔[38]

منیر احمد شامی کا خیال ہے کہ:

"ساجد صاحب نے مخالفین اور معترضین اقبال کے منہ دلائل سے بند کیے ہیں"[39]

مختلف اہل قلم کا خراج تحسین اس کتاب کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے کافی ہے اقبال پر کام کرنے کی وجہ سے حکومت پاکستان نے انہیں قومی صدارتی اقبال ایوارڈ ۱۹۹۴ء اور گولڈ میڈل ۱۹۹۷ء سے نوازا ہے اور ان کی عملی خدمات کو بھرپور خراج عقیدت پیش کیا گیا ہے۔ عوام اور حکومت پاکستان کی خدمات کے ساتھ ساتھ یقیناً یہ کتاب روح اقبال کے لیے بھی باعث تسکین ہو گی کہ انہیں عبد المجید خان ساجد جیسے حق گو محقق میسر آیا جس نے خلاف اسلام گفتگو کرنے

والوں کو شکست فاش دی ہے نیز اقبال کے عقائد کو آب کوثر کی طرح دھلا ہوا پاک وصاف اور شفاف پیش کیا۔ عبد المجید خان ساجد اس تصنیف کے بارے میں خود لکھتے ہیں۔

یہ کتاب علامہ اقبال کے دینی عقائد کو واضح طور پر آشکار کرتی ہے اس کتاب کا سرورق۔

> ”اے کہ بعد از تو نبوت شد بہ ہر مفہوم شرک ہی اقبال کو راسخ العقیدہ مسلمان ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔ اقبال کا مندرجہ بالا مصرع ۱۹۰۲ء میں کہا گیا اس واضح اقرار کے باوجود متاخرین کا اقبال کی شخصیت کو داغدار کرنے کی ناپاک کوشش کرنا ناقابل افسوس ہے“[40]

الغرض اس تمام تحقیق، کوشش اور کاوش سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ عاشقان اقبال میں عبد المجید خان ساجد کی حیثیت امتیازی وانفرادی ہے۔ انہوں نے اپنی تصانیف کے ذریعے اقبال کی حیات، نظریات، عقائد کو کھل کر بیان کیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ پڑھنے والوں کے دل میں اقبال کے اقبال کو مزید بلند کر دیا ہے۔ عبد المجید خان ساجد کی یہ تصنیف آنے والی نسلوں کو روشنی فراہم کرتی رہے گی اور آنے والی نسلیں عبد المجید خان ساجد کے اس کارنامے پر فخر محسوس کرتی رہیں گی۔

حوالہ جات

1 ۔ مصاحبہ، عبدالمجید خان ساجد از سید عارف معین بلے، مشمولہ، ”روزنامہ نوائے وقت“، ملتان، ۲۵ نومبر ۱۹۹۷ا۔

2 ۔ ایضاً۔

3 ۔ حفیظ الرحمن خان، پروفیسر، ”خاکہ عبد المجید خان ساجد“ (کالم) مشمولہ، ”روزنامہ نوائے وقت“، ملتان، نومبر ۱۹۹۳ء۔

4 ۔ ساجد عبدالمجید خان، ”اقبال دی حیاتی“، ملتان، کاروان ادب، ۱۹۸۲ء، ص ۲۶۴۔

5 ۔ ایضاً، ص ۲۶۹۔

6 ۔ ایضاً، ص ۳۰۷۔

7 ۔ ایضاً، ص ۲۷۳۔

8 ۔ ایضاً، ص ۲۵۳۔

9 ۔ ایضاً، ص ۲۴۰-۲۴۱۔

10 ۔ ایضاً، ص ۲۸۷۔

11 ۔ ایضاً، ص ۳۲۰۔

12 ۔ ایضاً، ص ۳۲۰-۳۲۱۔

13 ۔ شاکر حسین شاکر، ”اہ عبدالمجید خان ساجد“ (کالم) مشمولہ ”روزنامہ ایکسپریس، ملتان، اپریل ۲۰۱۵ء۔

14 ۔ خلیل الرحمان، ”اقبال حیات عصر“ (کالم) مشمولہ، ”روزنامہ نوائے وقت“، ملتان، ۵ جون ۱۹۹۴ء۔

15 ۔ ساجد عبدالمجید خان، ''اقبال حیات عصر''، ملتان، ادارہ تحقیق و ادب، ۱۹۹۴ء، ص ۱۷۴۔

16 ۔ ایضاً، ص ۳۷۴۔

17 ۔ ایضاً، ص ۱۸۶۔

18 ۔ ایضاً، ص ۱۸۶۔

19 ۔ ایضاً، ص ۱۸۷۔

20 ۔ ایضاً، ص ۱۹۷۔

21 ۔ ایضاً، ص ۱۹۹۔

22 ۔ ایضاً، ص ۳۲۰۔

23 ۔ ایضاً، ص ۳۶۱۔

24 ۔ ایضاً، ص ۱۹۲۔

25 ۔ ایضاً، ص ۱۹۶۔

26 ۔ ایضاً، ص ۲۷۳۔

27 ۔ ایضاً، ص ۳۹۳۔

28 ۔ ایضاً، ص ۳۵۱۔

29 ۔ ایضاً، ص ۷۳۳۔

30 ۔ ایضاً، ص ۲۹۲۔

31 ۔ ایضاً، ص۳۱۷۔

32 ۔ حفیظ الرحمن خان، پروفیسر، ”دیباچہ“، مشمولہ، ”اقبال حیات عصر“ (عبدالمجید خان ساجد)، ملتان، ادارہ تحقیق و ادب، ۱۹۹۴ء، ص۱۱۔

33 ۔ ساجد، عبدالمجید خان، ”ختم نبوۃ اور عقیدہ اقبال“، ملتان، ادارہ تحقیق و ادب، ۱۹۹۷ء، ص۲۰-۲۱۔

34 ۔ ایضاً، ص۲۷۔

35 ۔ افتخار حسین شاہ، بحوالہ (رپورٹ) عبدالمجید ساجد کے ساتھ ایک شام“، مرتب، منیر احمد شامی، ”روزنامہ نوائے وقت“، ملتان، ۲۷ جنوری ۱۹۹۸ء۔

36 ۔ اسلم انصاری، بحوالہ (رپورٹ) ”عبدالمجید ساجد کے ساتھ ایک شام، مرتب، منیر احمد شامی، ”روزنامہ نوائے وقت“، ملتان ۲۷ جنوری ۱۹۹۸ء۔

37 ۔ حفیظ الرحمن خان، پروفیسر بحوالہ (رپورٹ) ”عبدالمجید ساجد کے ساتھ ایک شام“ مرتب منیر احمد شامی، ”روزنامہ نوائے وقت“، ملتان ۲۷ جنوری ۱۹۹۸ء۔

38 ۔ سید کفیل بخاری، بحوالہ (رپورٹ) ”عبدالمجید ساجد کے ساتھ ایک شام“، مرتب منیر احمد شامی، ”روزنامہ نوائے وقت“، ملتان ۲۷ جنوری ۱۹۹۸ء۔

39 ۔ منیر احمد شامی، بحوالہ (رپورٹ) ”عبدالمجید ساجد کے ساتھ ایک شام“، مرتب منیر احمد شامی، ”روزنامہ نوائے وقت“، ملتان ۲۷ جنوری ۱۹۹۸ء۔

40 ۔ عبدالمجید خان ساجد، بحوالہ (رپورٹ) ”عبدالمجید ساجد کے ساتھ ایک شام“، مرتب منیر احمد شامی، ”روزنامہ نوائے وقت“، ملتان ۲۷ جنوری ۱۹۹۸ء۔

References

1. Musaheba,abdul majeed khan sajid as sayad arif moeen,mashmula,''roznama naway waqt'',multan 25 nov 1997

2. Azeen

3. Hafeez u rehman khan,professor,''khaka'' abdul majeed khan sajid,mashmula,''roznama naway waqt'',multan 25 nov 1993

4. Sajid abdul majeed khan,''iqbal the hayati'',multan,karwan adab,1982,page264

5. Azeen,page269

6. Azeen,page307

7. Azeen,page273

8. Azeen,page253

9. Azeen,page240-241

10. Azeen,page287

11. Azeen page 320

12. Azeen page 320 -321

13. Shaker Hussain shaker,''ah abdul majeed khan sajid'',mashmula roznama express,multan,april 2015

14. Khalil u rehman,''iqbal hayate asar'',mashmula, ''roznama naway waqt'',multan 5june 1994

15. Sajid abdul majeed khan, ''iqbal hayate asar'',multan,idara,tahqeeq o adab,1994,page471

16. Azeen,page473

17. Azeen page 186

18. Azeen page 186

19. Azeen page 187
20. Azeen page197
21. Azeen page 199
22. Azeen page 320
23. Azeen page 361
24. Azeen page 192
25. Azeen page 196
26. Azeen page 372
27. Azeen page 393
28. Azeen page 351
29. Azeen page 337
30. Azeen page 292
31. Azeen page 317
32. Hafeez ur rehman khan,professor,debacha,mashmula,’’iqbal hayate asar’’,multan,idara,tahqeeq o adab,1994,page11
33. Abdul majeed khan sajid,’’khatme nabowat or aqeda iqbal ‘’,multan,idara,tahqeeq o adab,1997,page 20-21
34. Azeen,page 27
35. Iftikhar Husain shah,bahawala abdul majeed sajid k sath ik sham ,muratab ,munair ahmad shami,roznama naway waqt,multan, 27 juanary 1998
36. Aslam ansari,bahawala abdul majeed sajid k sath ik sham ,muratab ,munair ahmad shami,roznama naway waqt,multan, 27 juanary 1998
37. Hafeez u rehman khan,professor,bahawala, abdul majeed sajid k sath ik sham ,muratab ,munair ahmad shami,roznama naway waqt,multan, 27 juanary 1998

38. Sayad kafeel bukhari , bahawala, abdul majeed sajid k sath ik sham ,muratab ,munair ahmad shami,roznama naway waqt,multan, 27 juanary 1998
39. Munair ahmad shami , bahawala, abdul majeed sajid k sath ik sham ,muratab ,munair ahmad shami,roznama naway waqt,multan, 27 juanary 1998
40. Abdul majeed khan sajid, bahawala, abdul majeed sajid k sath ik sham ,muratab ,munair ahmad shami,roznama naway waqt,multan, 27 juanary 1998